بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

حکم القراءة للأموات هل یصل ثوابها إلیهم؟

یعنی کیا مُردوں کو تلاوت کا ثواب پہونچتا ہے؟

تالیف

الامام العلامة الربانی الفقیه المحقق الجلیل الشیخ عبد الله بن محمد بن حمید -رحمه الله، رئیس مجلس القضاء الأعلی (سابقاً)

اہتمام و تعلیق

فضیلة الشیخ المحدث عبد الحفیظ ملك عبد الحق المکی -رحمه الله-

ترجمہ

(مولانا) امداد اللہ امیر الدین مئوی قاسمی

خادم التدریس جامعہ مفتاح العلوم، مئوناتھ بھنجن، یوپی، (۲۷۵۱۰۱)

ناشر

مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ، زادہا اللہ شرفاً و عظمۃ

مقدمہ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

بعض علماء و مشائخ کے ذریعہ ہمیں رسالہ ”حکم القراءة للأموات هل يصل ثوابها إليهم“ مؤلفہ شیخ محمد احمد عبدالسلامؒ موصول ہوا، جس کی احادیث کی تحقیق اور اس پر تعلیق و تقدیم شیخ محمود مہدی استانبولیؒ نے انجام دی ہے، جب کہ شیخ عبداللہ بن محمد بن حمیدؒ نے اس پر تنبیہات اور تتمہ کا اضافہ کیا ہے۔

یہ رسالہ مقدمہ سمیت ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، جس پر شیخ عبداللہ بن محمد بن حمیدؒ کی پانچ تنبیہات ہیں، اور چوں کہ مُردوں کو ثواب نہ پہونچنے کے مسئلے میں شیخ عبداللہ مؤلف سے متفق نہیں ہیں، اس لیے زیادہ تر یہ تنبیہات مؤلف کی کسی رائے کی تردید یا کسی نقل کی تصحیح سے تعلق رکھتی ہیں۔

رسالے کے آخر میں ملحق ۱۶ صفحات پر محیط تتمہ میں شیخ عبداللہ بن محمد بن حمیدؒ نے مُردوں کو ایصالِ ثواب کے مسئلے پر چاروں مسالک کے بڑے بڑے علماء متبوعین کے اقوال جمع کیے ہیں، اس وجہ سے ہم نے مناسب سمجھا کہ صرف اس تتمہ کو علیحدہ نشر کردیں، تاکہ اس کا فائدہ عام ہو، اور اس اہم مسئلہ میں راہ سے بھٹکے لوگوں پر حق واضح ہوجائے۔

دراصل علامہٴ ربانی فقیہ و محقق شیخ عبداللہ بن محمد بن حمیدؒ اپنے اس تتمہ کے علیحدہ شائع کرنے کے مستحق تھے، کیوں کہ یہ جامع ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوع میں انتہائی واضح ہے، اس کا حجم اگرچہ مختصر ہے، مگر اپنے مقصود میں بڑے فوائد کا حامل ہے، صاحب تتمہ کوئی عام عالم نہیں بلکہ علم و تحقیق اور صلاح و تقویٰ کے پہاڑ اور بحر زخار تھے، اور بلاشک وشبہ علماء عاملین کے شیخ، محققین فقہاء کے استاذ اور ربانی پیشواؤں کے سرخیل تھے، آپ سعودی عرب میں

مجلس قضاء اعلیٰ کے سابق رئیس، اور اس سے قبل شؤون الحرمین الشریفین، مکہ مکرمہ کے سب سے پہلے صدر تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی تعلیم، تحقیق و تدریس، تالیف وقضاء، دعوت واصلاح اور لوگوں کو نفع پہونچانے میں صرف کی، اللہ تبارک وتعالیٰ شیخ کو اسلام و مسلمین اور علم و دین کی طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائیں، اور اپنے ابرار ومقربین کی طرح آپ کو اپنے سایۂ رحمت میں رکھیں، اور اعلیٰ علیین میں آپ کے درجات و مراتب بلند وارفع فرمائیں۔آمین !

بعد ازاں بعینہٖ اسی موضوع پر امام علامہ شیخ محمد العربی بن التبانی بن الحسین الواحدی المغربی المالکیؒ کا ایک رسالہ ''إسعاف المسلمین والمسلمات بجواز القراءة ووصول ثوابها إلی الأموات'' میرے علم میں آیا، اس میں بھی شیخ نے مختلف احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد چاروں مسالک کے علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں سے جنہیں شیخ ابن حمیدؒ نے ذکر نہیں کیا اور وہ ہمیں اہم محسوس ہوئے، ان کو ہم نے اپنی جانب سے مناسب تعلیق کی شکل میں ہر مسلک کے اقوال کے آخر میں نقل کر دیا ہے۔

پھر ہمیں مختلف ملکوں میں کچھ ایسے مسلمان اور طلبہ ظہور میں آتے نظر آئے، جن کی تعداد اگرچہ ہر جگہ بہت تھوڑی ہے، مگر یہ لوگ ائمہ متبوعین میں سے کسی کے مسلک کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کے اتباع کو نعوذ باللہ ! بدعت وضلالت قرار دیتے ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ اس نظریہ میں ان کے سب سے بڑے پیشوا قاضی محمد علی شوکانیؒ ہیں، اس لیے ہمیں مناسب لگا کہ خاتمہ میں علامہ شوکانیؒ کی کتاب ''نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار من أحادیث سید الأخیار'' سے زیر بحث مسئلہ میں ان کی آراء واقوال بھی نقل کر دیئے جائیں، تاکہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکرین پر حجت بھی قائم ہو جائے، اور قرآن خوانی کے ایصال ثواب کے مسئلہ میں متاخرین علمائِ اسلام اور سوادِ اعظم کا اجماع بھی ثابت ہو جائے۔

مزید فائدے کے لیے ہم نے موضوع سے متعلق چند احادیث وآثار جو عموماً اس رسالہ میں مختلف مقامات پر علماء کرام کے کلام واقوال کے تحت مذکور ہیں، یکجا کر دیئے ہیں، تاکہ پڑھنے والے کو یہ ایک جگہ میسر ہو جائیں۔ نیز حافظ

ابن قیم جوزیؒ کی کتاب ''الروح'' سے ہم نے کچھ ایسے مفید کلام اقتباس کیے ہیں، جنہیں شیخ ابن حمیدؒ نے علماء حنابلہ کے اقوال کے تحت ذکر نہیں کیا ہے، اس کلام کی نفاست و عمدگی کے پیش نظر ہم نے اسے الگ طور سے خاتمہ میں ذکر کیا ہے، تاکہ اس اہم مسئلے کے بارے میں قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔

ہمیں رب کریم سے پوری امید ہے کہ شیخ کے اس مبارک رسالے کو نافع، شرح صدر، اور دلوں کی تنویر کا باعث بنائیں گے، اور اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطافرمائیں گے، ان کی تو شان ہی جود و کرم ہے۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه وسيد رسله و خاتم أنبيائه سيدنا و حبيبنا وقدوتنا وقرة أعيننا ونبينا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين وبارك وسلم تسليما كثيرا.

كتبه الفقير إلى رحمة ربه الكريم

عبد الحفيظ ملك عبد الحق المكى مكة المكرمة

میت کو ایصالِ ثواب کے مسئلے میں ہر مسلک کے علماء کرام کے اقوال

حنفیہ کے اکابر علماء اور حفاظ کے اقوال

(۱) علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانیؒ اپنی کتاب "ہدایہ" کے "باب الحج عن الغیر" میں فرماتے ہیں کہ : اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دینا درست ہے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ وغیرہ ہو۔

(۲) علامہ ابو العباس شمس الدین احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی سروجیؒ اپنی تصنیف "نفحات النسمات فی وصول اهداء الثواب للأموات" میں صاحبِ ہدایہ کے کلام کے بعد لکھتے ہیں کہ : ثواب منتقل کرنے کے سلسلے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ حج کا ثواب ہے، یا صدقہ، وقف، نماز، استغفار اور تلاوت قرآن کا، یا ادائیگیٔ قرض کا۔ منصف مزاج کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مغفرت بلا تفریق ہر قسم کے ثواب پہونچانے کے لائق ہے۔

(۳) علامہ بدر الدین عینیؒ "شرح کنز" کے "باب الحج عن الغیر" میں لکھتے ہیں کہ : اہل سنت والجماعت کے نزدیک آدمی کو اپنے عمل، نماز، روزہ، حج، صدقہ، تلاوت، ذکر وغیرہ ہر قسم کی نیکی کا ثواب دوسرے کو دینا جائز ہے، اور یہ سب میت کو پہونچتا ہے۔اھ

(۴) "رد المحتار علی الدر المختار" کے "مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغیر" میں ہے کہ صاحبِ متن کے قول "بعبادة ما" (کوئی بھی عبادت ہو) کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت خواہ نماز، روزہ ہو، یا صدقہ، تلاوت، ذکر ہو یا طواف، حج، عمرہ وغیرہ کسی قسم کی نیکی ہو جیسا کہ ہندیہ میں ہے، اور کتاب الزکاۃ میں ہم نے "تاتارخانیہ" اور "محیط" سے نقل کیا ہے کہ نفلی صدقہ کرنے والے کے لیے افضل ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرلے، کیوں کہ یہ ان کو پہونچتا ہے، اور صدقہ کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

(۵) ''فتاوی ہندیہ'' ''الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر'' میں ہے کہ اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے، خواہ وہ عمل نماز، روزہ ہو، یا صدقہ وغیرہ مثلاً حج، تلاوت واذکار، یا کسی اور قسم کی نیکی ہو، ہدایہ کی شرح ''غایۃ السروجی'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

(٦) ''ہدایہ'' میں ہے: یہ دوسروں کی جانب سے حج کرنے کے احکام کے بیان کا باب ہے، آگے لکھتے ہیں: بنفسِ خود کرنے سے عاجزی کی صورت میں نیابت کفایت کرے گی، قادر ہونے کی صورت میں نہیں، اسی کی طرف اپنے قول ''فقط'' سے اشارہ کیا ہے، اور یہ اس بات پر مبنی ہے کہ آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے، خواہ وہ عمل نماز، روزہ ہو، یا حج، صدقہ، تلاوت، ذکر وغیرہ کسی قسم کی نیکی ہو، اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ سب میت کو ملتا ہے، اور اسے نفع دیتا ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ آدمی کو یہ حق نہیں ہے، اور یہ میت کو نہیں ملتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وأن لیس للإنسان إلا ما سعی'' (انسان کے لیے صرف وہی ہے جو اس نے خود کیا ہو)۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایصالِ ثواب صدقہ، عباداتِ مالیہ اور حج میں تو درست ہے، لیکن ان کے علاوہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ میں جائز نہیں ہے۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے والدین کی حیات میں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا، مگر ان کی وفات کے بعد میرے لیے ان کے ساتھ نیکی کی کیا صورت ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وفات کے بعد یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے بھی روزہ رکھو۔ (سنن دار قطنی)

آگے فرماتے ہیں: اور متفق علیہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی فرمائی، ایک اپنی جانب سے اور دوسری اپنی امت کی طرف سے، اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

ثواب اپنی امت کو مرحمت فرمادیا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ایک طرح کی تعلیم تھی کہ آدمی کو دوسرے کے عمل سے بھی نفع حاصل ہوتاہے، رہی آیتِ کریمہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: "والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریتهم بإیمان" (وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ ملادیں گے) سے منسوخ ہے، ابن عباسؓ کا یہی قول ہے۔

(۷) ملا علی قاریؒ "شرح المنسك المتوسط" 'باب الحج عن الغیر' میں لکھتے ہیں کہ: اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل کا ثواب دوسرے مردوں اور زندوں کو دینا درست ہے، خواہ وہ عمل حج ہو یا نماز، روزہ، یا صدقہ وغیرہ مثلاً تلاوت وذکر، چنانچہ اگر ان میں سے کچھ بھی عمل کرے اور اس کا ثواب دوسرے کو بخش دے، تو یہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جائز ہے، اور اس کو پہونچتا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں، تو کیا یہ ان تک پہونچتاہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ عمل ان کو پہونچتاہے، اور وہ لوگ اس سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں، جس طرح تم میں سے کسی کے پاس طشت ہدیہ بھیجا جائے تو وہ خوش ہوتاہے۔ (ابو حفص العکبری)

اور بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے قربان کیے، ایک اپنی جانب سے اور دوسرا اپنی امت کی جانب سے، یعنی اس کا ثواب اپنی امت کو بخش دیا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک طرح کی تعلیم بھی تھی کہ انسان کو دوسرے کا عمل بھی نافع ہوتاہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہی مضبوط حلقہ تھامنے کے مرادف ہے۔

اضافہ از شیخ مکیؒ: علامہ محمد عربی مالکی مغربیؒ اپنے رسالے "اسعاف المسلمین والمسلمات بجواز القراءۃ ووصولها إلى الأموات" میں لکھتے ہیں: علامہ زیلعیؒ نے "کنز الدقائق" کی اپنی شرح میں "باب الحج عن الغیر" کے

تحت لکھاہے کہ اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتاہے، خواہ وہ نماز، روزہ ہو، یا حج، صدقہ، تلاوت، اذکار وغیرہ کسی بھی طرح کا عملِ خیر ہو، اور یہ میت کو پہونچتا اور نفع دیتاہے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان کو یہ حق نہیں ہے اور یہ میت کو نہیں پہونچتا اور نہ نفع دیتاہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''آدمی کو وہی ملتاہے جس کی وہ کوشش کرتاہے، اور اس کی کوشش دیکھی جائے گی'' اور اس لیے بھی کہ ثواب جنت ہے، اور کسی بندے کے بس میں نہیں کہ وہ جنت کو اپنے لیے بنا سکے، چہ جائیکہ دوسرے کے لئے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ایصالِ ثواب صدقہ، عباداتِ مالیہ اور حج میں تو جائز ہے، ان کے علاوہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ میں درست نہیں ہے۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے والدین کی حیات میں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا، مگر ان کی وفات کے بعد میرے لیے ان کے ساتھ نیکی کی کیا صورت ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وفات کے بعد یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے بھی روزہ رکھو۔ (سنن دارقطنی)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گذرے اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر ان کا ثواب مُردوں کو بخش دے، تو اسے مُردوں کی تعداد کے بقدر اجر ملتاہے۔ (سنن دارقطنی)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں، توکیا

یہ ان تک پہونچتا ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ! یہ عمل ان کو پہونچتا ہے، اور وہ لوگ اس سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں، جس طرح تم میں سے کسی کے پاس طشت ہدیہ بھیجا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (ابوحفص العکبری)

اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مُردوں پر سورۂ یٰسں پڑھا کرو۔ (ابوداؤد)

اور متفق علیہ روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے قربان کیے، ایک اپنی جانب سے اور دوسرا اپنی امت کی جانب سے، یعنی اس کا ثواب اپنی امت کو بخش دیا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک طرح کی تعلیم بھی تھی کہ انسان کو دوسرے کا عمل بھی نافع ہوتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہی مضبوط حلقہ تھامنے کے مرادف ہے۔

مالکیہ کے اکابر علماء اور حفاظ کے اقوال

(۱) علامہ ابن رشد مالکیؒ اپنی ”نوازل“ میں اللہ تعالیٰ کے قول: ”وأن ليس للإنسان إلا ماسعى“ کے بارے میں سوال کے تحت لکھتے ہیں: اگر آدمی تلاوت کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے تو ایسا کرنا جائز ہے، اور اس کا اجر میت کو مل جاتا ہے۔

(۲) علامہ ابن ہلالؒ اپنی ”نوازل“ میں رقم طراز ہیں: علامہ ابن رشدؒ کا مفتی بہ قول، اور جس کو اندلس کے ہمارے بہت سے ائمہ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا اپنا ثواب مُردے کو بخشے تو وہ اس سے نفع اٹھاتا ہے، اس کو اس کا نفع پہونچتا اور اس کا اجر ملتا ہے، اور اسی پر مشرق و مغرب میں مسلمان عمل پیرا ہیں، اسی کے مطابق لوگوں نے بہت سے اوقافِ وقف کیے ہیں، اور زمانۂ قدیم سے یہ امر جاری وساری ہے۔اھ

(۳) علامہ شہاب قرافیؒ ”الفرق الثاني والسبعين والمائة“ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ میت کو تلاوت کا ثواب پہونچتا ہے۔

(۴) شیخ ابن الحاجؒ ”المدخل“ کے پہلے جزء میں فرماتے ہیں: اگر اپنے گھر میں تلاوت کرے اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو وہ اس کو پہونچ جاتا ہے، اور پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ جب تلاوت سے فارغ ہو تو اس کا ثواب اسے بخش دے، یا یوں کہے کہ اے اللہ! اِس کا ثواب اس مُردے کو دیجئے، کیوں کہ یہ ثواب کی دعاء ہے کہ اس کے بھائی کو مل جائے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دعاء پہونچتی ہے۔اھ

(۵) علامہ ابوزید فاسیؒ ”باب الحج عن الغير“ میں اپنے ایک جواب کے تحت لکھتے ہیں: مُردہ تلاوتِ قرآن سے نفع اٹھاتا ہے، یہی صحیح بات ہے، اور اس میں اختلاف مشہور ہے۔

(٦) امام حطابؒ ''خلیل'' کی اپنی شرح میں قرآن خوانی کے ایصالِ ثواب کے مسئلے میں رقم طراز ہیں: اس مسئلے میں اختلاف ہے، پھر بھی اس کا ترک غیر مناسب ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے ثواب پہونچنا ہی حق ہو، اس لیے کہ یہ امور ہم سے پوشیدہ ہیں، اور پھر یہ کسی حکم شرعی میں اختلاف نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک امر ہے کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

(۷) حافظ عبد الرحمٰن ثعالبیؒ اپنی تفسیر ''الجواھر الحسان'' میں آیت کریمہ: **وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا** '' کے تحت علامہ عبد الحق اشبیلیؒ کی کتاب ''العاقبہ'' سے نقل کرتے ہیں: معلوم ہونا چاہئے کہ عطایا اور ہدیہ پیش کیے جانے میں مُردہ، زندہ کی طرح ہے، بلکہ مردہ کا حال زندہ سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ زندہ کو کوئی شے ہدیہ دی جائے، تو بسا اوقات وہ اسے قلیل سمجھتا ہے، اور جو تحفہ اسے دیا گیا ہے، اس کی تحقیر کرتا ہے، جب کہ مُردہ کسی چیز کو بھی معمولی نہیں سمجھتا، خواہ وہ مچھر کے پر یا رائی کے دانہ ہی کے بقدر کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اب (مرنے کے بعد) اسے اس شئ کی قیمت معلوم ہو چکی ہے، وجہ یہ کہ پہلے (زندگی میں) وہ اس کے حصول پر قادر تھا مگر اس نے موقع گنوا دیا۔

(۸) امام آبیؒ ''شرح مسلم'' میں کتاب الزکاۃ کے ''باب الكلام على الصدقة عن الميت'' کی بحث میں لکھتے ہیں: مجھے بعض علماء کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ دوسرے کے لیے تلاوت کرنے والا، اگر تلاوت سے قبل ہی اس بات کی نیت کر لے یا صراحت کر دے کہ اس کی تلاوت کا ثواب غیر کے لیے ہے تو اس تلاوت کا ثواب غیر کو مل جائے، اور اگر تلاوت کے بعد ایصال ثواب کی نیت کی تو نہیں پہونچے گا، کیوں کہ ثواب تلاوت کرنے والے کو مل گیا، اور جب اسے مل گیا تو پھر اب غیر کی جانب منتقل نہیں ہوگا، اسی مذہب کو شیخ ابن عرفہؒ نے اختیار کیا ہے۔

اضافہ از شیخ مکیؒ: علامہ محمد عربی مالکیؒ ''اسعاف المسلمین والمسلمات'' میں لکھتے ہیں: قاضی ابو الفضل عیاضؒ اپنی شرح مسلم میں حدیثِ جریدتین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک: '' **لعله يخفف عنهما مادامتا رطبتين** '' (جب تک یہ دونوں شاخیں تر رہیں گی تب تک امید ہے کہ اِن کی وجہ سے میت کے ساتھ

تخفیف کا معاملہ رہے) کے تحت فرماتے ہیں: اسی حدیث سے علماء کرام نے میت کے لیے، تلاوت قرآن کا استحباب مستنبط کیا ہے، کیوں کہ جب شاخوں کی تسبیح سے مُردے کو تخفیف ہوئی، حالاں کہ وہ بے جان شے ہے، تو قرآن کی تلاوت سے بدرجہ اولیٰ ہوگی، اس کو قاضی عیاضؒ سے علامہ آبیؒ نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے۔اھ

خود علامہ محمد عربیؒ، جن کا شمار اپنے زمانہ کے فقہاء اور مالکیہ کے اماموں میں ہوتا ہے، اپنے اس رسالے کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں: اَمابعد! اس ''إسعاف المسلمین والمسلمات بجواز القراءۃ ووصول ثوابھا الی الأموات'' نامی رسالے کی تالیف کے سلسلے میں باری سبحانہ وتعالی پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جمہور فقہاء اہل سنت کے نزدیک مُردوں کے لیے تلاوتِ قرآن جائز ہے، اس کا ثواب انہیں پہونچتا ہے، اگرچہ وہ تلاوت اجرت ہی پر کیوں نہ ہو۔اھ

شوافع کے اکابر علماء وحفاظ کے اقوال

(۱) علامہ شربینیؒ اپنی تصنیف ''السراج المنیر'' میں لکھتے ہیں: باہمی الفت کے سبب ایک مومن کی دوسرے مومن کے لیے دعا، اس کی جانب سے کوشش کرنے کے مرادف ہے، اگرچہ وہ محض اس سے دینی موافقت ہی کی وجہ سے ہو، ایسے ہی اس کی جانب سے حج، صدقہ وغیرہ کا حال ہے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی جانب سے قربانی پیش کرنا، اس مسئلے کی ایک بڑی اصل ہے، کیوں کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے الفت رکھتے ہیں، اور غیر کی جانب سے صدقہ کرنے، اور تلاوت وغیرہ کا ثواب اس کو بخشنے کی بھی یہی اصل ہے۔

(۲) امام نوویؒ ''روضۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں: جہاں تک میت کے لیے دعا اور اس کی طرف سے صدقہ کرنے کی بات ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ میت کو نفع دیتے ہیں، نیز دعا اور صدقہ میں وارث واجنبی

دونوں برابر ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ وہ صدقہ کرنے والے کو بھی اجر عطا کریں، ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ صدقہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ اپنے والدین کی جانب سے صدقہ کی نیت کیا کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ثواب عطا کریں گے اور خود اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں فرمائیں گے۔

صاحب "عدۃ" نے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنی زندگی میں چشمہ جاری کیا، یا نہر کھودی، یا درخت لگایا، یا اس کی وفات کے بعد کسی اور نے اس کی جانب سے یہ کام کیے، تو میت کو اس کا ثواب ملے گا، یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ امور اگر زندہ سے صادر ہوں تو انہیں صدقۂ جاریہ کہا جاتا ہے، ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے، اور اگر اس کی وفات کے بعد کوئی دوسرا اس کی جانب سے کرے تو یہ اس میت کی جانب سے صدقہ کرنا ہے، اور میت کی طرف سے صدقہ اسے نفع دیتا ہے، اور یہ حکم قرآن کریم کے وقف کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر وقف کا یہی حال ہے، اور یہ قیاس میت کی جانب سے قربانی کے جواز کا متقاضی ہے، کیوں کہ وہ بھی صدقہ کی ایک قسم ہے، اور شیخ ابو الحسن عبادیؒ نے غیر کی طرف سے قربانی کو جائز قرار دیا ہے، اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی روایت کی ہے، مگر "التہذیب" میں ہے کہ غیر کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں ہے، یہی حکم میت کا بھی ہے، الا یہ کہ میت نے اس کی وصیت کی ہو۔اھ

(۳) امام نوویؒ "شرح مسلم" میں لکھتے ہیں: رہی وہ بات جو قاضی ابو الحسن ماوردی بصری شافعیؒ نے اپنی کتاب "الحاوی" میں بعض اصحاب سے نقل کی ہے کہ میت کو انتقال کے بعد کوئی ثواب نہیں پہونچتا، تو وہ قطعاً باطل، بالکل غلط اور کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف بات ہے، لہٰذا وہ نہ قابل توجہ ہے نہ قابلِ اعتماد۔

(۴) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ: میت کو تلاوت کا ثواب پہونچنے میں اختلاف ہے، چنانچہ جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ پہونچنے کے قائل ہیں، اور ہمارے امام شافعیؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

(۵) علامہ سبکیؒ نے ان (امام شافعیؒ) کے کلام کو اس صورت پر جب کہ تلاوت کرنے والا بغیر دعا کے اپنی تلاوت کا ثواب میت کو دینے کی نیت کرے، پر محمول کرنے کے بعد امام ابن الرفعۃؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: تتبع کے ساتھ حدیث جس پر دلالت کررہی ہے، وہ یہی ہے کہ جب بعض قرآن کے ذریعہ میت کا نفع مقصود ہو، تو اسے نفع دیتا ہے، کیوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ جب تلاوت کرنے والے صحابی نے اپنی تلاوت سے بچھو کے ڈنک زدہ کے نفع کا قصد کیا تو اسے نفع ہوا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد: وما يدريك أنها رقية (تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ منتر ہے) کے ذریعہ اسے برقرار رکھا، لہٰذا جب زندہ کو قصد کرنے سے نفع ہوا، تو میت کو اس سے بدرجۂ اولیٰ فائدہ ہوگا، اس لیے کہ مردہ کی اجازت کے بغیر بھی ایسی عبادتیں اس کی طرف سے واقع ہوجاتی ہیں جو زندہ کی جانب سے واقع نہیں ہوتیں۔اھ

حافظ ابن الصلاحؒ کہتے ہیں کہ: تلاوت کرنے والے کے قول: اے اللہ! ہمارے پڑھے ہوئے کا ثواب فلاں کو پہونچادیجئے، کے نفع بخش ہونے کو قطعی سمجھنا چاہئے، کیوں کہ جب غیر کو ایسی چیز کی دعا نفع دے سکتی ہے جو دعا کرنے والی کی اپنی نہیں ہے، تو جو چیز اس کی اپنی ہو وہ بدرجۂ اولیٰ غیر کو نافع ہوگی، اور یہ حکم تمام اعمال کو عام ہے۔اھ

(۶) علامہ ابوالمعالی علی بن ابی السعودؒ جو سویدی کے نام سے معروف ہیں، اپنی کتاب ''العقد الثمین فی بیان مسائل الدین'' میں لکھتے ہیں: دوم یہ کہ اگر اپنے گھر میں تلاوت کرے اور اس کا ثواب مُردوں کو اس طرح بخشے کہ تلاوت سے فارغ ہوکر زبان سے کہے: اے اللہ! میں نے جو تلاوت کی ہے اس کا ثواب قبر والوں کو پہونچادیجئے، تو یہ ثواب ان کو پہونچ جاتا ہے، اس لیے کہ یہ ان مُردوں کو ثواب ملنے کی دعا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دعا پہونچتی ہے، لہٰذا ان مُردوں کی قبروں پر قرآن خوانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اھ

(۷) علامہ ابن النحویؒ کی ''شرح المنہاج'' میں ہے: مشہور قول کے مطابق ہمارے نزدیک تلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہونچتا ہے، اور مختار قول یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ایصالِ ثواب کی دعا کرے تو پہونچتا ہے، اور اس

کو قطعی سمجھنا چاہئے، کیوں کہ یہ دعا ہے، اور جب مُردے کے لیے ایسی چیز کی دعا جائز ہے جو دعا کرنے والے کی نہیں ہے، تو جو چیز خود اس کی اپنی ہو، اس کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا، اور معاملہ اس دعا کی قبولیت پر موقوف رہتا ہے، اور یہ مفہوم تلاوت کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ تمام اعمال میں جاری ہوتا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دعا مُردہ، زندہ، رشتہ دار، اجنبی سب کو نفع دیتی ہے، خواہ وصیت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اور اس موضوع پر بے شمار احادیث وارد ہیں، بلکہ افضل ترین دعا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے۔اھ

(۸) حافظ ابن الصلاحؒ کے فتاوی میں ارشادِ باری تعالیٰ: وأن ليس للإنسان إلا ماسعى کے مسئلے میں لکھا ہے کہ: یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اعمالِ بدنیہ منتقل نہیں ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: جب انسان انتقال کرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے اس کی وفات کے بعد نفع اٹھایا جائے، ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

البتہ قرآن کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ میت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے کہ دعا اسے پہونچے (اور قرآن نہیں) حالاں کہ قرآن افضل ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، اور اہل خیر کو مُردوں کو قرآن پاک کا ایصالِ ثواب کرنے میں برکت ملتی ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف اصول میں اختلاف کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ فروعی مسئلہ ہے، اور آیتِ کریمہ بھی ایصالِ ثواب کے قائلین کو باطل نہیں قرار دیتی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا حق اور اس کا بدلہ صرف اسی امر میں ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص تلاوت و دعا کے ذریعہ تبرع اور احسان کرتا ہے تو وہ آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہے، اس میں انسان کا کوئی حق اور بدلہ نہیں ہے، بلکہ ایک دوسرے آدمی نے اس کو تبرعاً دیا ہے، اسی طرح حدیثِ پاک بھی ایصالِ ثواب کے قول کو باطل نہیں کرتی، کیوں کہ وہ انسان کے اپنے عمل کے سلسلے میں ہے، اور یہ دوسرے کا عمل ہے۔اھ

(۹) شیخ الاسلام ابو عبد اللہ قایاتیؒ "الروضۃ" میں فرماتے ہیں: تلاوت کرنے والا اگر تلاوت کرے اور اپنا حاصل شدہ اجر میت کو بخش دے، تو یہ میت کو وہ اجر ملنے کی دعا ہے، لہٰذا وہ اجر میت کے لیے نفع بخش ہوگا۔

(۱۰) علامہ صدر الدین مناویؒ اپنی کتاب "الرحمات الواصلۃ إلی الأموات" میں رقم طراز ہیں: امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مُردوں کو ایصالِ ثواب جائز ہے، اور یہ ان کو ملتا ہے، میری رائے ہے کہ یہی بات ظاہر ہے، اسی پر ہمارا اعتقاد ہے، اور امید ہے کہ یہی حق ہوگا، ہمارے ائمہ کرام کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے، اور اس پر دلائل بھی قائم ہیں، چنانچہ اکابر اصحاب میں الماوردیؒ اور رویانیؒ نے اس کو قطعی قرار دیا ہے، اور قاضی حسینؒ کا اسی پر فتویٰ ہے، نیز امام غزالیؒ اور حافظ ابن الصلاحؒ بھی اسی کی جانب مشیر ہیں، ان کے دَور اور علاقوں میں لوگ بغیر کسی اختلاف کے اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔اھ

(۱۱) علامہ فخر الدین ابو بکر بن ابی العلاۃ کمال الدین موسی بن زین العابدین رذاذیؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو قرآن کی تلاوت کرے، پھر کہے کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں میت کو عطا کر دیجئے، تو کیا قرآن خوانی کا ثواب اس میت کو ملتا ہے یا نہیں؟ مکمل وضاحت مطلوب ہے جو اہل حق کو شرح صدر عطا کرے، نیز یہ بھی بتائیں کہ کس نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے؟ تو علامہ نے ان لفظوں میں اس کا جواب مرحمت فرمایا: قرآن خوانی کا ثواب میت کو دیئے جانے کی دعا کرنے پر لوگوں کا عمل جاری ہے ،اور "الاذکار" میں ہے کہ یہی مختار قول ہے، اور علامہ سبکیؒ "شرح المنہاج" کے "باب الإجارۃ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارا قول مختار یہ ہے کہ ثواب میت کو پہونچتا ہے، اور اس میں تردد مناسب نہیں ہے، کیوں کہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا درست ہے جو دعا کرنے والے کے قبضے میں نہ ہو، تو اس حاصل شدہ ثواب کی دعا بدرجۂ اولیٰ درست ہوگی، امام اذرعیؒ کے کلام میں بھی اسی طرح کی باتیں مذکور ہیں۔اھ

اضافہ از شیخ مکیؒ: علامہ محمد عربی مالکیؒ ''الاسعاف'' میں لکھتے ہیں کہ علامہ زعفرانیؒ نے فرمایا: میں نے امام شافعیؒ سے قبر کے پاس تلاوت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: کہ کوئی حرج نہیں ہے۔امام نوویؒ ''شرح مہذب'' کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ قبرستان کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جو کچھ قرآن میسر ہو، پڑھے ،اس کے بعد ان مُردوں کے لیے دعا کرے، امام شافعیؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور اصحاب کا اس پر اتفاق ہے، ایک دوسری جگہ مزید لکھتے ہیں کہ اگروہ زائرین قبر پر ختمِ قرآن کرلیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔اھ

امام نوویؒ ''ریاض الصالحین'' کے ''باب الدعاء للمیت...الخ'' میں لکھتے ہیں: کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تم لوگ مجھے دفن کرنا، تو جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرتے اور اس کا گوشت تقسیم کرتے ہیں، اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد کھڑے رہنا، تاکہ مجھے تمہاری وجہ سے انسیت رہے، اور مجھے معلوم ہو جائے کہ پروردگار کے قاصدوں سے میرا کیا سوال وجواب ہوتا ہے۔ (رواہ مسلم)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس کچھ قرآن پڑھنا مستحب ہے، اور اگر ختمِ قرآن کرلیں تو اور بہتر ہے۔اھ

حنابلہ کے اکابر علماء اور حفاظ کے اقوال

(۱) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ: میت کو ہر قسم کی نیکی، صدقہ، نماز وغیرہ پہونچتی ہے۔

(۲) علامہ موفق ابن قدامہؒ ''المغنی'' میں لکھتے ہیں: آدمی کوئی بھی نیکی کرے، اور اس کا ثواب مسلمان میت کو بخش دے تو ان شاء اللہ یہ اس میت کے لیے نفع بخش ہوگا، جہاں تک دعا، استغفار، صدقہ اور واجبات کی ادائیگی کا سوال ہے، تو اس میں کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے، شرط یہ ہے کہ وہ واجبات ایسے ہوں جن میں نیابت جاری ہوتی ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ان کے بعد میں آنے والے لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرمایئے جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے: نیز فرمایا: آپ اپنی خطا اور مؤمنین و مؤمنات کے لیے استغفار کرتے رہئے۔

اور حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی، اسی طرح حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جس میت کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، ان کے لیے اور ان تمام میتوں کے لیے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔

نیز ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ کی وفات ہو چکی ہے، تو کیا اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو انہیں نفع ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (ابو داؤد)

اسی طرح کی بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، ایسے ہی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کا فریضۂ حج میرے والد پر انتہائی بڑھاپے کی حالت میں فرض ہوا ہے، جب کہ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے، تو کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتی

ہوں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر تمہارے والد کے ذمہ کوئی قرض ہو تو کیا تم اسے ادا کرسکتی ہو؟اس نے کہا: ہاں ! توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کے زیادہ لائق ہے۔

نیز جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اور ان کے ذمہ ایک مہینہ کے روزے تھے، تو کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہوں؟ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں !

یہ سب صحیح احادیث ہیں اور ہر قسم کی نیکیوں کے میت کے حق میں نافع ہونے پر دال ہیں، کیوں کہ روزہ، حج، دعاء اور استغفار بدنی عبادات ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کا نفع میت کو پہونچایا ہے، اسی طرح ان کے علاوہ عبادات کا بھی حال ہے۔

اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے، اور تم ان کی جانب سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے یا حج کرتے تو یہ ان کو پہونچتا۔ یہ حدیث نفلی حج وغیرہ سب کو شامل ہے، اس لیے کہ یہ نیکی اور طاعت کا عمل ہے، اور اس کا ثواب اور نفع اسی طرح پہونچتا ہے جس طرح صدقہ، روزہ اور حج واجب کا پہونچتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: ہماری دلیل تو وہی ہے جو مذکور ہوئی، اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، کیوں کہ لوگ ہر دور میں ہر جگہ بلا کسی نکیر کے جمع ہوتے، قرآن خوانی کرتے اور اس کا ثواب اپنے مُردوں کو بخشتے رہے ہیں۔

صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میت پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اسے عذاب دیا جاتا ہے، اور اللہ جل شانہ کی شان سے بعید ہے کہ گناہ کی سزا تو میت کو دیں اور ثواب کو اس سے پوشدہ رکھیں۔

نیز ایسے عمل کا ایصالِ ثواب کرنے والا جس کو وہ لوگ تسلیم کرتے ہیں، اس عمل کے ایصالِ ثواب کا بھی مجاز ہے، جو ان کے نزدیک ممنوع ہے، اور آیت کریمہ ان کے تسلیم شدہ امر کے ذریعہ مخصوص ہے (اپنے عموم پر باقی نہیں ہے) اور جس امر میں ہمارا اختلاف ہے وہ اسی کا ہم معنی ہے، لہٰذا اسے ہم اسی مسلمہ امر پر قیاس کرتے ہیں، اور جس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے، اس میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، کیوں کہ یہ آدمی کے اپنے عمل کے انقطاع کو بتا رہی ہے، غیر کے ایصالِ ثواب پر اس میں کوئی دلالت نہیں ہے، پھر اگر حدیث اس کو شامل بھی ہو، تو یہ ان کے تسلیم شدہ امر کے سبب مخصوص ہوگی، اور ان کے نزدیک جو امر ممنوع ہے وہ بھی اسی تسلیم شدہ امر کے معنی میں ہے، لہٰذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے اس ممنوع کے ساتھ بھی حدیث مختص ہوگی۔ اور انہوں نے جو مطلب ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ثواب کا دوسرے کو پہونچنا، نفع پہونچنے کی فرع نہیں ہے، پھر یہ مطلب روزہ، دعا اور حج کی وجہ سے بھی باطل ہے، اور اس کی کوئی قابلِ اعتبار اصل بھی نہیں ہے۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ انسان صرف اپنے عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ اجماع کو تار تار کرتا ہے، اور اس اعتقاد کے بطلان کی بہت ساری وجوہات ہیں:

۱-انسان دوسرے کی دعا سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور یہ غیر کے عمل سے منتفع ہونا ہے۔

۲-نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اہل موقف کی، پھر جنت میں دخول کے لیے جنتیوں کی، پھر جہنم سے نکلنے کے لیے اہل کبائر کی سفارش کریں گے، یہ بھی عملِ خیر سے منتفع ہونا ہے۔

۳-ہر نبی اور نیکو کار کو حقِ شفاعت حاصل ہے، یہ بھی عملِ غیر سے منتفع ہونا ہے۔

۴-فرشتے روئے زمین پر رہنے والوں کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں، یہ بھی غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۵-جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے جہنم سے خلاصی عطا فرمائیں گے، یہ بھی ان کا اپنے عمل کے سوا سے نفع اٹھانا ہے۔

۶-مومنین کی اولاد اپنے آباء کے عمل کے سبب جنت میں داخل ہوں گی، یہ بھی محض عملِ غیر سے نفع اٹھانا ہے۔

۷-اللہ تبارک وتعالیٰ دو یتیم بچوں کے قصے میں فرماتے ہیں کہ ان کے والد نیک تھے، لہٰذا ان دونوں کو اپنے والد کے عمل سے نفع پہونچا، جو کہ ان کی اپنی سعی نہیں ہے۔

۸-حدیث و اجماع میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا غلام آزاد کیا جائے تو اس کو نفع پہونچتا ہے، یہ بھی غیر کا عمل ہے۔

۹-حدیث کے مطابق ولی کے حج کرنے سے، میت سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، یہ بھی عملِ غیر سے انتفاع ہے۔

۱۰- حدیث میں صراحت ہے کہ نذر کے حج و روزہ، دوسرے کے کر لینے سے مردے سے ساقط ہو جاتے ہیں، یہ بھی تو غیر کے عمل سے نفع اٹھانا ہے۔

۱۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقروض صحابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رُکے رہے، تاآں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا قرض ادا کر دیا، اور دوسرے کا قرض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کیا، تو ان مقروض کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے نفع ہوا، اور ان کی جانب سے قرض ادا کرنے سے انہیں سکون ملا، حالاں کہ یہ بھی تو غیر کا عمل ہے۔

۱۲- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا نماز پڑھنے والے صحابی کے بارے میں فرمایا ہے کوئی شخص جو اس پر صدقہ کرے، اس کے ساتھ نماز پڑھے، تو ان صحابی کو دوسرے کے فعل سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوئی۔

۱۳-اگر کسی شخص کی جانب سے قاضی قرض کی ادائیگی کر دے تو لوگوں کے قرضوں سے اس کا ذمہ بری ہو جاتا ہے، یہ بھی عملِ غیر سے منتفع ہونا ہے۔

۱۴- جس شخص کے ذمہ تاوان اور ظلم کے بدلے ہوں، اگر اسے ان سے بری کر دیا جائے تو یہ اس سے ساقط ہو جاتے ہیں، یہ بھی عملِ غیر سے انتفاع ہے۔

۱۵- حدیث میں وارد ہے کہ نیک پڑوسی زندگی و موت دونوں میں نافع ہوتا ہے، یہ بھی غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہے۔

۱۶- ذاکرین کا مصاحب بھی ان کے ساتھ رحمت کی آغوش میں ہوتا ہے، حالاں کہ وہ نہ ان میں سے ہے اور نہ ذکر کی نیت سے بیٹھا ہے، اسے تو اپنی کوئی حاجت وہاں لائی ہے، اور اعمال کا مدار نیت پر ہے، تو اس نے بھی غیر کے عمل سے انتفاع کیا ہے۔

۱۷- میت کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور نماز میں اس کے لیے دعا کرنے میں میت کے لیے زندہ کے نماز پڑھنے سے متنفع ہونا موجود ہے، اور یہ بھی عملِ غیر ہے۔

۱۸- جمعہ ایک تعداد کے اجتماع سے اور جماعت کثرتِ تعداد سے وجود میں آتی ہے، یہ بھی بعض کا بعض سے انتفاع ہے۔

۱۹- اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں: (آپ کے ان میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا) نیز فرمایا: (اگر صاحبِ ایمان مرد و عورت نہ ہوتے) (اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتے) تو اللہ تبارک وتعالیٰ بعض لوگوں کے سبب بعض سے عذاب کو دفع کرتے ہیں، یہ بھی عملِ غیر سے انتفاع ہے۔

۲۰- صدقۂ فطر نابالغ پر اور آدمی جن کی کفالت کرتا ہے ان پر واجب ہوتا ہے، اور جس کی طرف سے ادا کیا جائے وہ اس سے نفع اٹھاتا ہے، حالاں کہ اس کی اپنی کوئی سعی نہیں ہوتی۔

۲۱- نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، اور انہیں اس پر ثواب بھی ملتا ہے، حالاں کہ ان کی اپنی کوئی کوشش کارفرما نہیں ہوتی۔

غرض جو شخص علم میں غور وفکر کرے گا، اسے بے شمار ایسے امور ملیں گے جن میں انسان خود اپنے نہ کیے ہوئے عمل سے بھی انتفاع کرتا ہے، تو پھر کیسے درست ہوگا کہ ہم آیت کریمہ کی کتاب وسنت اور اجماعِ امت کی صراحت کے خلاف تاویل کریں۔اھ

(۴) شیخ الاسلامؒ نیز فرماتے ہیں: جہاں تک تلاوت، صدقہ وغیرہ اعمالِ خیر کے پہونچنے کا سوال ہے، تو علماء اہلِ سنت والجماعت کے مابین عباداتِ مالیہ مثلاً صدقہ، عتق رقبہ کے پہونچنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ ایسے ہی ہے جس طرح میت کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کی قبر کے پاس اس کے لیے دعا کرنے سے یہ دعا واستغفار اس کو پہونچتے ہیں۔ البتہ عبادات بدنیہ مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ کے پہونچنے میں ان کے مابین اختلاف ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ سب میت کو ملتے ہیں۔

صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی جانب سے روزے رکھے، اسی طرح صحیح روایت میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابیہ کو جن کی والدہ کی وفات ہوگئی تھی اور ان کے ذمہ روزے باقی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے روزے رکھیں۔

اور مسند میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے اور تم ان کی جانب سے صدقہ کرتے، غلام آزاد کرتے یا روزہ رکھتے، تو انہیں اس سے نفع ہوتا۔ امام مالکؒ وشافعیؒ کے اصحاب کی ایک جماعت اور امام احمد بن حنبلؒ وامام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے۔

رہی بات ان میں سے بعضوں کے ارشاد باری ”و ان لیس للإنسان إلا ما سعی“ سے استدلال کی، تو ان سے کہا جائے گا کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اس کے لیے دعا کی جائے گی اور اس کے لیے استغفار کیا جائے گا، اور یہ سب غیر کی سعی کے قبیل سے ہیں، اسی طرح ما قبل میں یہ بات ثابت ہو چکی کہ میت کی جانب سے صدقہ کرنے اور غلام آزاد کرنے سے اسے نفع ہوتا ہے، اور یہ بھی غیر کی سعی ہے، نیز موقع اتفاق میں وہ لوگ آیتِ کریمہ کا جو جواب دیں گے، باقی لوگوں کے لیے موقع اختلاف میں وہی جواب ہوگا، اور لوگوں کے اس سلسلے میں متعدد جواب ہیں، لیکن محقق جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ انسان صرف اپنی سعی سے نفع اٹھا سکتا ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کوشش کرے، لہٰذا وہ صرف اپنی سعی کا مالک ہوگا، اس کے علاوہ کا اسے استحقاق نہیں ہوگا، رہی غیر کی کوشش تو وہ اس کو ملے گی، جس طرح آدمی صرف اپنے مال اور نفع کا مالک ہوتا ہے، غیر کا مال و نفع اسی کے لیے ہوتا ہے، لیکن اگر وہ غیر اس کے لیے اپنے مال کے ذریعہ تبرع واحسان کرے تو یہ جائز ہے، ایسے ہی یہ مسئلہ بھی ہے، کہ اگر غیر اپنی سعی کے ذریعہ اس کے ساتھ احسان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا نفع اسے پہونچائیں گے، جس طرح آدمی کے لیے غیر کی دعا، اور اس کی جانب سے صدقہ اسے نفع دیتے ہیں، اور اسے ہر ایسی چیز سے نفع ہوتا ہے، جو اس کو کسی مسلمان سے پہونچے، خواہ وہ مسلم اس کے اقارب میں سے ہو یا غیر ہو، جیسے مسلمانوں کے نماز جنازہ پڑھنے، اور قبر کے پاس اس کے لیے دعا کرنے سے اسے نفع ہوتا ہے۔اھ

(۵) بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کو اگر طواف، نماز، روزہ وغیرہ کا ثواب بخشا جائے تو وہ اس عملِ غیر سے نفع اٹھاتا ہے، اور یہ سب میت کی اپنی سعی کے قبیل سے ہے، اس لیے کہ اللہ جل شانہ کے فرمان ”و ان لیس للإنسان إلا ما سعی“ کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اللہ ورسول کی اطاعت کے سبب سے میت کو جو اپنے دینی بھائیوں کی دعا اور حاملین عرش وغیرہ ملائکہ کی دعا مغفرت حاصل ہوتی ہے، وہ اس کے اپنے ایمان کے سبب سے ہے، اور یہ ایمان اس

کی اپنی سعی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آدمی اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، تو ادائیگی نماز میں اپنے اسلامی بھائیوں کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اس کا اجر وثواب بڑھ جاتاہے، دوسری جانب اس آدمی کی شمولیت سے ان لوگوں کے اعمال میں بھی اضافہ ہوتاہے، یہ اس کی وہی سعی ہے جو ایمان، اسلام اور اللہ و رسول کی اطاعت سے عبادت ہے۔ نیز جس طرح مسلمان اگر خیر کے اعمال مثلاً جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں باہم شریک ہوں تو ان کے اشتراک اور خیر پر باہمی معاونت کی وجہ سے ان کے ثواب میں زیادتی اور اجر میں اضافہ ہو جاتاہے، اور ان میں سے ہر مسلمان کو جو اجر وثواب ملتاہے وہ اس کی اسی سعی کے قبیل سے ہے، جس کا دوسرا نام اللہ و رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے بنیاد کے مانند ہے، جس کا بعض بعض کو مضبوطی عطا کرتا ہے'' سے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ ایمان مرد وعوت کے لیے دعاءِ مغفرت کی ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے: اے ہمارے پروردگار! حساب قائم ہونے کے دن میری، میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرمادیجئے۔

لہٰذا میت کا ایمان، اس کی اللہ ورسول کی اطاعت یہ وہی اس کی اپنی سعی ہے جس کی وجہ سے اسے اپنے بھائیوں بلکہ انبیاء کی بھی دعائیں ملی ہیں۔اھ (ابن عقیل حنبلی کے کلام سے ملخص) حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں: یہ بہت ہی بہتر نکتہ ہے۔

(٦) ''العدۃ شرح العمدۃ'' میں لکھاہے، رہی بات میت کو تلاوتِ قرآن کا ایصالِ ثواب کرنے کی، تو اس کے وقوع پر بلا کسی نکیر کے اجماع قائم ہوچکاہے، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتاہے، اور اللہ جل شانہ اس سے بہت برتر ہیں کہ میت کو عذاب تو پہونچادیں اور ثواب کو پوشیدہ کردیں۔اھ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کسی نفس کو ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس کے خونِ ناحق میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کا بھی ایک حصہ ہوتا ہے، کیوں کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل شروع کیا" تو جب عذاب و سزا میں یہ صورت ہے، تو فضل و ثواب میں بدرجۂ اولیٰ ہو گی۔

(۷) حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: صدقہ کے ایصالِ ثواب کے ذریعہ شارع نے تمام عباداتِ مالیہ، اور روزہ کے ایصالِ ثواب کے ذریعہ تمام عباداتِ بدنیہ کے ایصالِ ثواب پر تنبیہ کی ہے، اور حج کے ایصالِ ثواب کے ذریعہ جسم و مال سے مرکب عبادات کی خبر دی ہے، لہٰذا تینوں قسمیں نص اور تتبع سے ثابت ہیں۔

(۸) نیز حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ، صدقہ، اور حج کی جانب تو صحابہ کی رہنمائی فرمائی، لیکن تلاوتِ قرآن کی طرف نہیں فرمائی، تو جواب دیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً (اپنی جانب سے) صحابہ کو یہ مسائل نہیں بتائے، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صحابہ کو جواب مرحمت فرمانے کے موقع پر صادر ہوئے ہیں، ایک شخص نے اپنی میت کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی، دوسرے نے میت کی طرف سے روزے کے سلسلے میں سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اجازت دیدی، تیسرے نے صدقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اجازت مرحمت فرمائی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کے علاوہ سے منع نہیں فرمایا۔ پھر روزہ جو کہ محض نیت اور امساک کا نام ہے اس کے ایصالِ ثواب اور تلاوت و ذکر کے ایصالِ ثواب کے مابین آخر فرق کیا ہے؟اھ

میت کے ایصالِ ثواب کے مسئلے میں ہر مسلک کے اکابر علماء کے یہ اقوال آپ کے سامنے ہیں، ساتھ میں قرآن وسنت کے دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

واللہ اعلم، والحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

اضافہ از شیخ مکیؒ: علامہ محمد عربیؒ "الاسعاف" میں رقم طراز ہیں: علامہ ابن قدامہؒ "المغنی" کے کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں: قبر کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام احمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تم قبرستان میں داخل ہو، تو آیت الکرسی اور تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھو، پھر دعا کرو کہ اے اللہ! اس کا ثواب اہل قبرستان کو عطا کیجئے۔

امام خلالؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو علی الحسن بن الہیثم البزارؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے امام احمد بن حنبلؒ کو ایک ایسے نابینا کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو قبروں پر قرآن خوانی کیا کرتا تھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورۂ یٰس پڑھے، تو اس دن اس قبرستان کے تمام مردوں سے تخفیف کا معاملہ کیا جاتا ہے، اور ان کی تعداد کے مطابق پڑھنے والے کو بھی نیکیاں ملتی ہیں۔

نیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور ان دونوں یا کسی ایک کے پاس سورۂ یٰس پڑھے تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔آگے لکھتے ہیں: آدمی جو بھی نیکی کرے، پھر اس کا ثواب کسی مسلمان میت کو بخش دے تو ان شاء اللہ یہ اس کو نفع دے گا۔

خاتمہ

زیر بحث مسئلے سے متعلق چند احادیث وآثار

(۱) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ بقرہ قرآن کریم کی عظمت وبلندی ہے، اس کی ہر آیت کے ساتھ اسی (۸۰) فرشتے نازل ہوئے ہیں، اور (آیت الکرسی) اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم تو عرش کے نیچے سے نکالی گئی ہے، پھر اسے اس کے ساتھ ، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو سورۂ بقرہ کے ساتھ متصل کردیا گیا، سورۂ یٰس قرآن کا دل ہے، کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت کا ارادہ رکھتا ہو، اس کی تلاوت کرے تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، اس سورہ کو اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو۔

اس حدیث کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں، امام ابن ابی شیبہؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ابن ماجہؒ، امام ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں، امام بیہقیؒ نے "السنن الکبری" میں، امام بغویؒ نے "شرح السنۃ" میں ،امام نسائیؒ نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس میت کے پاس وفات کے بعد سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادیتے ہیں۔ علامہ شوکانیؒ نے "نیل الاوطار" میں ، اور دیگر حضرات نے ذکر کیا ہے، کہ یہ حدیث علامہ دیلمیؒ نے "مسند فردوس" میں روایت کی ہے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ یٰس پڑھے، تو اللہ تعالیٰ ان قبر والوں کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کرتے ہیں، اور خود اسے ان تمام کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملتی ہیں۔

صاحب "الخلال" علامہ عبدالعزیزؒ نے اس روایت کی تخریج کی ہے، اسی طرح امام محمد بن عبدالوہابؒ نے "احکام تمنی الموت" میں، علامہ زیلعیؒ نے "کنز الدقائق" کی اپنی شرح میں اور امام موفق الدین ابن قدامہؒ نے "المغنی" کے کتاب الجنائز کے آخر میں اس کو نقل کیا ہے۔

(۴) علامہ ابن قدامہؒ نے "المغنی" میں نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی پھر اس کے پاس یا دونوں کے پاس سورۂ یٰس پڑھی تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہیں۔

(۵) حضرت ابوالمغیرہؒ حضرت صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ مشائخ کرام فرماتے تھے، جب میت کے پاس سورۂ یٰس پڑھی جاتی ہے، تو اس کی وجہ سے اس میت سے تخفیف کر دی جاتی ہے۔ اس کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت کیا ہے۔

علامہ محب الدین طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو جان کنی میں مبتلا شخص پر محمول کرنا بلادلیل قول ہے۔

علامہ شوکانیؒ "نیل الاوطار" میں لکھتے ہیں: روایت کا لفظ مُردوں کے بارے میں صریح ہے، اور قریب المرگ کا اس دائرے میں آنا مجاز ہے، لہٰذا اس کی جانب کسی قرینہ کے بغیر رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ اھ

<u>ملحوظہ از شیخ مکیؒ:</u> میرا خیال ہے کہ بہتر یہ ہے کہ قریب المرگ کے پاس، انتقال کے بعد اور قبرستان میں، ہر موقع پر اس کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے، ہمارے شیخ، شیخ الحدیث اور اپنے زمانے کے امام المحدثین علامہ محمد زکریا کاندھلویؒ اور تمام مشائخ اسی کے قائل ہیں، اور اکثر روایات بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا قبرستان سے گذر ہو اور گیارہ مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے، تو اسے ان مُردوں کی تعداد کے بقدر اجر ملتا ہے۔

''إسعاف'' میں ہے کہ اس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے ، اور ''التاریخ'' میں علامہ رافعیؒ نے نقل کیا ہے۔ نیز یہ روایت علامہ متقیؒ کی ''کنز العمال'' اور امام عجلونیؒ کی ''کشف الخفاء'' میں بھی مذکور ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورۂ فاتحہ، **قل هو الله احد**، اور **الهاكم التكاثر** پڑھ کر دعا کرے، کہ میں نے جو کچھ کلام اللہ پڑھا ہے اس کا ثواب میں قبرستان کے تمام مومنین و مومنات کو بخشتا ہوں تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے لیے شفیع ہوں گے۔

علامہ محمد عربیؒ نے ''إسعاف'' میں نقل کیا ہے کہ شیخ ابوالقاسم الزنجانیؒ نے اپنی فوائد میں اس کی تخریج کی ہے، نیز امام سیوطیؒ نے ''شرح الصدور'' میں اور امام محمد بن عبد الوہابؒ نے ''احکام تمنی الموت'' میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

(۸) عبد الرحمٰن بن علاء بن لجلاجؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب میرا انتقال ہو جائے، تو مجھے قبر میں رکھنا اور ''**بسم الله وعلى سنة رسول الله**'' پڑھنا، پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا اور میرے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنا، کیوں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ ''الروح'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر خلالؒ نے اس روایت کو ''کتاب القراءۃ عند القبور'' میں ذکر کیا ہے۔

(۹) امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب انصار کے یہاں کوئی میت ہوتی، تو وہ لوگ قرآن خوانی کرتے ہوئے اس کی قبر پر آتے جاتے رہتے تھے۔

''الروح'' میں ہے کہ اس اثر کو حضرت خلالؒ نے نقل کیا ہے۔ اور اسی موقعہ پر حافظ ابن قیمؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے دفن کے وقت اپنی قبروں پر قرآن خوانی کی وصیت کی تھی۔

(۱۰) مروی ہے کہ ایک صحابی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنے والدین کی حیات میں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا، مگر ان کی وفات کے بعد میرے لیے ان کے ساتھ نیکی کی کیا صورت ہو گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: وفات کے بعد یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لیے بھی روزے رکھو۔

علامہ زیلعیؒ کی کنز الدقائق کی شرح میں، علامہ ابن ہمامؒ کی "فتح القدیر" میں اور علامہ محمد عربی کی "الاسعاف" میں ہے کہ اس حدیث کو "دارقطنی" نے روایت کیا ہے۔

(۱۱) حضرت شریک سے جو حضرت حجاج بن دینار کے کاتب تھے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسنِ سلوک کے بعد یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو، اپنے روزے کے ساتھ ان کی طرف سے بھی روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی جانب سے بھی صدقہ کرو۔

اس کو امام ابن ابی شیبہؒ نے اپنی "مُصنف" میں روایت کیا ہے، اور امام محمد بن عبد الوہابؒ نے بھی "احکام تمنی الموت" میں نقل کیا ہے۔

علامہ شوکانیؒ کا کلام

"نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار من أحادیث سید الأخیار" جلد چہارم "باب وصول القرب المھداۃ الی الموتی" کی احادیث کے تحت علامہ قاضی محمد علی شوکانیؒ فرماتے ہیں: باب کی احادیث اس بات پر دلالت کررہی ہیں کہ: والدین کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے بغیر بھی اولاد کا صدقہ ان کو ملتا ہے، اور اس کا ثواب انہیں پہونچتا ہے، لہٰذا ان احادیث کے ذریعہ آیتِ کریمہ: "وان لیس للإنسان إلا ما سعی" کے عموم کو خاص کیا جاسکتا ہے، لیکن ان احادیث میں صرف اولاد ہی کے صدقہ کے پہونچنے کا ذکر ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ انسان کی اولاد اس کی اپنی سعی ہے، اس لیے تخصیص کا دعوی بے ضرورت ہے، رہی بات اولاد کے علاوہ کی، تو آیات کے عموم کا ظاہر یہی ہے کہ ان کا ثواب نہیں پہونچتا، لہٰذا اس پر توقف کیا جائیگا، تاآں کہ ان کی تخصیص کی متقاضی کوئی دلیل مل جائے۔

صدقہ کے علاوہ اعمالِ خیر کا ثواب میت کو پہونچنے میں اختلاف ہے، معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ میت کو کوئی چیز نہیں پہونچتی، انہوں نے آیت کریمہ کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ اور "شرح کنز" میں ہے کہ آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتاہے، خواہ وہ عمل نماز، روزہ ہو، یا حج، صدقہ، تلاوت وغیرہ کوئی کارِ خیر ہو، اور اہلِ سنت کے نزدیک وہ میت کو پہونچتا اور اسے نفع دیتا ہے۔ اھ

امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور مسلک یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب میت کو نہیں ملتا، اور امام احمد بن حنبلؒ، علماء کی ایک جماعت اور امام شافعیؒ کے اصحاب کی بھی ایک جماعت نے ثواب پہونچنے کو اختیار کیا ہے۔

علامہ نوویؒ نے "الاذکار" میں اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔ علامہ ابن النحویؒ کی "شرح المنہاج" میں ہے کہ مشہور قول کے مطابق ہمارے نزدیک تلاوت کا ثواب میت تک نہیں پہونچتا، لیکن اگر تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے اپنی تلاوت کے ایصالِ ثواب کی درخواست کرے تو اس کا میت کو پہونچنا ہی پسندیدہ قول ہے، اور اس کو قطعی سمجھنا

چاہئے، کیوں کہ یہ دعا ہے، اور جب میت کے لیے ایسی چیز کی دعا جائز ہے جو دعا کرنے والے کی اپنی نہ ہو، تو جو چیز اس کی اپنی ہے اس کی دعا تو بدرجۂ اولی درست ہو گی، البتہ آگے کا معاملہ دعا کی قبولیت پر موقف رہتا ہے، اور یہ مفہوم و مطلب تلاوت کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، بلکہ تمام اعمال کا یہی حال ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ دعا مردہ، زندہ، رشتہ دار، اجنبی سب کے لئے نافع ہوتی ہے، خواہ وصیت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اس موضوع پر بے شمار احادیث وارد ہیں، بلکہ افضل ترین دعا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے۔ اھ

علامہ نوویؒ نے میت کو دعا پہونچنے پر اجماع نقل کیا ہے، نیز میت کی جانب سے صدقہ کے وقوع، اور اس کا ثواب اسے ملنے پر بھی اجماع ذکر کیا ہے، اور اسے اولاد کے ساتھ مقید نہیں رکھا ہے، ایسے ہی ادائیگی قرض کے مسئلے پر بھی اجماع نقل کیا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ آیتِ کریمہ کا عموم ان امور سے مخصوص ہو گیا ہے:

(۱) اولاد کے صدقہ سے، جیسا کہ باب کی احادیث میں مذکور ہے۔

(۲) اولاد کے حج سے جو خثعمیہ صحابیہؓ کی حدیث میں ہے۔

(۳) اولاد کے سوا کے حج سے بھی، جیسے اپنے بھائی حضرت شبرمہؓ کی جانب سے احرام باندھنے والے صحابی کی روایت میں ہے، اور وہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل بھی طلب نہیں کی کہ حضرت شبرمہؓ نے وصیت کی تھی یا نہیں؟

(۴) اولاد کے غلام آزاد کرنے سے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت سعدؓ کی حدیث میں منقول ہے، مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق ان کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

(۵) اولاد کے نماز پڑھنے سے بھی، کیوں کہ امام دارقطنیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: میں نے اپنے والدین کی حیات میں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا، مگر ان کی وفات کے بعد میرے لیے ان کے ساتھ نیکی کی کیا صورت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسنِ سلوک کے بعد یہ

بھی نیکی ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کی جانب سے بھی روزہ رکھو۔

(۶) اولاد کے روزہ سے، جو اس حدیث میں بھی ہے اور باب میں مذکور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی ہے، نیز بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک صحابیہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اور ان کے ذمہ نذر کے روزے باقی تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اگر تمہاری والدہ کے ذمہ کوئی قرض ہوتا اور تم ادا کر دیتی، تو تمہارے خیال میں یہ ان کی جانب سے ادا ہو جاتا؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں! اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم اپنی والدہ کی طرف سے روزہ رکھو۔

اور امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ایک صحابیہؓ نے پوچھا: میری والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے، تو کیا میں ان کی جانب سے یہ روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ تم ان کی جانب سے روزے رکھ سکتی ہو۔

(۷) اولاد کے علاوہ کے روزہ رکھنے سے بھی، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی متفق علیہ حدیث میں ہے: ”جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے باقی ہوں، تو اس کا ولی اس کی جانب سے روزے رکھے“۔

(۸) اولاد وغیر اولاد کے سورۂ یٰس پڑھنے سے، کیوں کہ یہ حدیث گذر چکی ہے کہ: اپنے مردوں کے پاس سورۂ یٰس پڑھا کرو۔

(۹) دعا سے، اولاد کی جانب سے جو اس حدیث پاک میں ہے: ”یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے“ اور غیرِ اولاد کی جانب سے بھی، کیوں کہ ما قبل میں یہ حدیث گذری ہے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو، اور ثابت قدمی کی دعا کرو، کیوں کہ اس وقت وہ سوال وجواب سے گذر رہا ہے۔

نیز یہ بھی حدیث میں ہے: بھائی کے حق میں سب سے بہتر دعا، غائبانہ دعا ہے۔ اور اللہ جل وشانہ کا ارشاد ہے: ان کے بعد میں نے آنے والے لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری، اور ایمان میں ہم پر سبقت لے جانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما دیجئے۔

اسی طرح میت کی زیارت کے وقت بھی دعا ثابت ہے، مثلاً حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جسے امام مسلمؒ، امام احمدؒ، اور امام ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تمہارا قبرستان جانا ہو تو یوں کہو: اے صاحبِ ایمان واسلام گھر والو: تم پر سلامتی ہو، ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

(۱۰) والدین کے لیے اولاد کے تمام افعال خیر سے بھی، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: انسان کی اولاد اس کی اپنی سعی کے قبیل سے ہے۔

یہ احادیث جس طرح آیتِ کریمہ کے عموم کو خاص کرتی ہیں، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو بھی مخصوص کر دیتی ہیں، جو مسلم شریف اور سنن میں ہے، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب انسان کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے: صدقۂ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے، ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ کیوں کہ اس کا ظاہری معنی یہی ہے کہ ان تین کے سوا انسان کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ جن چیزوں (کے ایصالِ ثواب کے صحیح ہونے) پر دلائل قائم ہیں، ان کے ماسوا کو انہیں پر قیاس کریں گے، نتیجۃً غیر کا کیا ہوا ہر عمل میت کو پہونچنا صحیح ہوگا۔

اور "شرح کنز" میں ہے کہ یہ آیت کریمہ، ارشادِ باری تعالیٰ: (والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم) کے ذریعہ منسوخ ہے، یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ آیت میں انسان سے کافر مراد ہیں، رہے صاحب ایمان تو انہیں ان کے

بھائیوں کی سعی بھی کارآمد ہو گی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عدل کے طریقے پر تو یہ اس کے لیے نہیں، مگر فضل کے طور پر ہے، نیز یہ بھی قول ہے کہ لام علی کے معنی میں ہے (یعنی انسان کے لیے قابل ضرر صرف وہی عمل ہو گا، جس کی اس نے خود سعی کی ہو گی) جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان: **ولھم اللعنة**" میں "**لھم**" بمعنی "**علیھم**" ہے۔اھ

علامہ شوکانیؒ اس سے قبل "**باب من کان آخر قوله لا اله الا الله وتلقین المحتضر وتوجیهه و تغمیض المیت والقراءة عنده**" کے تحت رقم طراز ہیں: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کے پاس سورۂ یٰس پڑھا کرو، یہ روایت امام ابوداؤدؒ، امام ابن ماجہؒ اور امام احمدؒ نے نقل کی ہے، اس کے مکمل الفاظ یوں ہیں: سورۂ یٰس قرآن کا دل ہے، اس کو کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت کا خواہاں ہو، پڑھے، تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، تم لوگ اسے اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

اس حدیث کو امام نسائیؒ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن حبانؒ نے بھی، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، جب کہ مضطرب ہونے، موقوف ہونے اور سند میں مذکور ابو عثمانؒ اور ان کے والد کا حال مجہول ہونے کی وجہ سے امام ابن القطانؒ نے اس کو معلول قرار دیا ہے، نیز امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث سنداً ضعیف اور متناً مجہول ہے، اور اس باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

امام احمدؒ اپنی مسند میں ابوالمغیرہ عن صفوان کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ مشائخ فرمایا کرتے تھے کہ جب میت کے لیے سورۂ یٰس کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کیا جاتا ہے، نیز مسندِ فردوس کے مؤلف نے مروان بن سالم عن صفوان بن عمرو شریح کے طریق سے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میت کے پاس وفات کے بعد سورۂ یٰس پڑھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادیتے ہیں، باب میں تنہا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت موجود ہے، جس کی تخریج جیسا کہ تلخیص میں مذکور ہے، ابوالشیخ نے "فضل القرآن" میں کی ہے۔

علامہ ابن حبانؒ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''اقرءوا یٰس علی موتاکم'' میں موتی سے مراد قریب المرگ لوگ ہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ میت کے پاس یہ سورہ تلاوت کی جائے، اسی طرح ''لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ'' (اپنے مردوں کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو) کا بھی یہی حال ہے۔

مگر علامہ محب الدین طبریؒ نے تلاوت کے بارے میں ان کی تردید کی ہے، البتہ تلقین کے بارے میں ان کا قول تسلیم کیا ہے۔اھ

روایت کا لفظ مُردوں کے سلسلے میں صریح ہے، اور قریب المرگ کا اس لفظ کے دائرے میں آنا مجاز ہے، لہٰذا بلا کسی قرینے کے اس مجاز کی جانب رجوع نہیں کیا جائے گا۔

حافظ ابن قیمؒ کا کلام

امام حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین ابن قیم الجوزیہؒ اپنی کتاب ''الروح'' کے پہلے مسئلے ''هل تعرف الأموات زيارة الأحياء وسلامهم أم لا؟'' کے ذیل میں رقم طراز ہیں: سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی قبروں پر بوقت دفن قرآن خوانی کی وصیت کی تھی، شیخ عبد الحقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی قبر کے پاس سورۂ بقرہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

نیز اس کو درست قرار دینے والوں میں حضرت معلیٰ بن عبد الرحمٰن بھی شامل ہیں، اور امام احمدؒ کے پاس ابتداء میں جب تک اس مسئلے میں کوئی حدیث نہیں تھی، تب تک وہ اس کے منکر تھے، پھر بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا۔

امام ابو بکر خلالؒ ''كتاب القراءة عند القبور'' میں عباس بن محمد الدوری عن یحی بن معین عن مبشر حلبی عن عبد الرحمٰن بن علاء بن لجلاج کی سند سے ذکر کرتے ہیں، کہ عبد الرحمٰن کے والد نے ان سے وصیت کی تھی، کہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے قبر میں رکھنا، **بسم الله وعلى ملة رسول الله** پڑھنا، پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا، اس کے بعد میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت کرنا، کیوں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے۔

امام عباس الدوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ قبر پر قرآن خوانی کے سلسلے میں آپ کو کوئی حدیث یاد ہے، تو فرمایا نہیں، اور امام یحی بن معینؒ سے پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث سنائی۔

نیز حضرت خلالؒ حضرت حسن بن احمد وراقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے حضرت علی بن موسی حدادؒ نے جو کہ صدوق تھے، بیان کیا کہ میں امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن قدامہ جوہریؒ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا، جب میت کی تدفین ہو گئی تو ایک نابینا شخص قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگے، امام احمدؒ نے ان سے کہا، اے فلاں! قبر کے پاس قرآن خوانی بدعت ہے، پھر جب قبرستان سے باہر آگئے تو محمد بن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے دریافت کیا؟ اے ابو

عبد اللہ! مبشر حلبی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے، محمد بن قدامہؒ نے پھر پوچھا: آپ نے ان سے کوئی حدیث لی ہے؟ فرمایا: ہاں، تب محمد بن قدامہؒ نے کہا کہ مجھے مبشر نے عبد الرحمٰن بن علاء بن لحلاج عن ابیہ کی سند سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے تدفین کے بعد اپنے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے کی وصیت کی تھی، اور فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کی وصیت کرتے ہوئے سنا ہے۔ یہ سن کر امام احمدؒ نے ان سے کہا کہ واپس جاؤ، اور اس آدمی سے کہو کہ پڑھتا رہے۔

حضرت حسن بن صباح زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے قبر کے پاس قرآن خوانی کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح امام خلالؒ نے حضرت شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ جب انصار کے یہاں کوئی میت ہوتی تو وہ لوگ اس کے لیے قرآن خوانی کرتے ہوئے اس کی قبر پر آتے جاتے رہتے تھے، نیز کہتے ہیں کہ ابو یحییٰ ناقدؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ، انہوں نے حسن بن جرویؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ، اپنی ایک بہن کی قبر کے پاس میرا گذر ہوا، تو سورۂ تبارک کے بارے میں وارد فضائل کی وجہ سے میں نے اس کے پاس یہ سورہ تلاوت کی، پھر ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بہن کو خواب میں دیکھا، وہ کہہ رہی تھی کہ ابو علی کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائیں، اس کی تلاوت سے مجھے نفع ہوا ہے۔

حسن بن ہیثم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن اطروش بن بنت ابی نصر بن تمارؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن اپنی والدہ کی قبر پر جاکر سورۂ یٰس پڑھتا تھا، ایک دن وہ گیا اور سورۂ یٰس پڑھ کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر آپ نے اس سورہ کے لیے کوئی ثواب مقرر کیا ہے تو وہ ثواب اس قبرستان کے مردوں کو عطا فرما دیجئے، پھر جب اگلا جمعہ آیا تو ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ تم فلاں عورت کے لڑکے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! تب اس عورت نے کہا کہ میری ایک بیٹی فوت ہو گئی ہے، میں نے خواب میں اسے اپنی قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا

کہ تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟اس نے کہا: کہ فلاں عورت کے بیٹے نے اپنی ماں کی قبر پر آکر سورۂ یٰس پڑھی اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخش دیا، تو ہم سب اس کی روح سے مستفید ہوئے، یا یہ کہا کہ ہماری بخشش ہو گئی یا اسی طرح کی کوئی بات کی۔اھ

اس کے بعد "الروح" ہی میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: سولھواں مسئلہ: زندوں کی کسی سعی سے مردوں کی ارواح کو کچھ نفع ہوتا ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ انہیں زندوں کی سعی سے ایسے دو امروں کے ذریعہ نفع ہوتا ہے، جن پر اہل سنت کے فقہائ، محدثین و مفسرین کا اتفاق ہے، ایک وہ امر جس کا سبب خود میت اپنی زندگی میں بنا ہو، دوسرے اس کے حق میں مسلمانوں کی دعا، استغفار، صدقہ اور حج، اس سلسلے میں اختلاف کے ساتھ ساتھ کہ کس کا ثواب پہونچتا ہے؟ خرچ کرنے کا یا عمل کا؟ چنانچہ جمہور کے نزدیک نفسِ عمل کا ثواب پہونچتا ہے، اور بعض حنفیہ کے یہاں صرف خرچ کرنے کا ثواب پہونچتا ہے۔

نیز عبادات بدنیہ مثلاً روزہ، نماز، تلاوت و ذکر میں علماء کا اختلاف ہے۔امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور سلف ان کے ایصال کے قائل ہیں، اور حنفیہ کے بعض اصحاب کی بھی یہی رائے ہے، محمد بن یحی کحالؒ کی روایت میں امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کوئی کارِ خیر مثلاً نماز، صدقہ وغیرہ کرے، پھر اس کا نصف اپنے باپ یا ماں کو بخش دے (تو کیا یہ درست ہے؟) فرمایا: کہ امید ہے کہ درست ہوگا، یا یہ فرمایا کہ میت کو صدقہ وغیرہ ہر چیز پہونچتی ہے، نیز یہ بھی فرمایا کہ تین مرتبہ آیت الکرسی اور قل ہو اللہ احد پڑھو اور یہ دعا کرو کہ اے اللہ! اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو عطا فرما دیجئے۔اھ

اس کے بعد صدقہ، روزہ حج وغیرہ مختلف عبادات کے میت کو ایصالِ ثواب ہونے پر بہت سے دلائل و عبارات نقل کر کے فرماتے ہیں: علماء کا اتفاق ہے کہ میت کے ذمہ اگر کسی زندہ کا کوئی حق ہو اور وہ زندہ اسے اس سے بری کر دے، تو یہ اس میت کے لیے نافع ہوتا ہے اور وہ اس سے اسی طرح بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے، جس طرح زندہ کے ذمہ

سے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے، نیز جب نص واجماع کے مطابق زندہ سے وہ حق ساقط ہو جاتا ہے، خواہ وہ اس پر راضی ہو یا نہ ہو بلکہ اگر انکار کردے تب بھی، جب کہ یہاں بذات خود ادائیگی کا امکان بھی موجود ہے، تو میت کو بریٔ الذمہ کرنے سے جو کہ خود ادائیگی پر قادر بھی نہیں ہے، اس کے ذمہ سے وہ حق بدرجۂ اولیٰ ساقط ہو جائے گا، اور یہی مناسب بھی ہے۔ اور جب بَری اور ساقط کرنے سے میت کو نفع ہوتا ہے تو ثواب بخشنے اور دینے سے بھی وہ متنفع ہوگا، ان کے مابین کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ عمل کا ثواب بخشنے والے اور دینے والے کا اپنا حق ہے، جب وہ اسے میت کو بخش دیتا ہے تو وہ اس کی جانب منتقل ہو جاتا ہے، جس طرح میت کے ذمہ قرض وغیرہ کے جو حقوق ہوتے ہیں، وہ بھی زندہ کا صرف اپنا حق ہے اور جب وہ میت کو اس حق سے بری کر دیتا ہے تو یہ براءت اسے حاصل ہوتی ہے اور اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

الغرض یہ دونوں زندہ کے ذاتی حق ہیں، اور کوئی بھی ایسی نص، قیاس یا قائدہ شرعی نہیں ہے جو ایک حق کے ایصال کو تو تسلیم کرے اور دوسرے کے ایصال کو ممنوع قرار دے۔

یہ تمام نصوص میت کو ہر قسم کے اعمال کے ایصالِ ثواب کے مسئلے میں واضح ہیں، جب کہ زندہ آدمی انہیں اس میت کی جانب سے کرے، اور یہ عین قیاس ہے، کیوں کہ یہ عاملِ ثواب کا اپنا حق ہے، اور جب وہ اسے اپنے مسلمان بھائی کو بخشتا ہے تو یہ اس کے لیے ممنوع نہیں ہوگا، یہ ایسے ہی ہے کہ جس طرح اگر یہ شخص میت کی حیات میں اسے اپنا مال ہبہ کرے یا اس کی وفات کے بعد اسے کسی حق سے بری کرے تو یہ ممنوع امر نہیں ہوتا۔

روزہ جو کہ محض باز رہنے اور دل میں قائم ایسی نیت سے عبادت ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور یہ اعضاء وجوارح کا عمل بھی نہیں ہے، اس کے ایصالِ ثواب کی اجازت مرحمت فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن خوانی کے ایصالِ ثواب پر جو کہ زبان کا عمل ہے، اور جسے کان سنتے اور آنکھیں مشاہدہ کرتی ہیں، بطریقِ اولیٰ متنبہ فرمایا ہے۔

مزید وضاحت یہ ہے کہ روزہ جو صرف نیت اور مفطرات سے اپنے آپ کو روکنے کا نام ہے، اس کا ثواب تو اللہ تعالیٰ میت کو پہونچادیتے ہیں، توتلاوتِ قرآن کا ایصالِ ثواب کیوں کر نہ ہوگا، جو کہ عمل بھی ہے اور نیت بھی، بلکہ اس میں نیت ضروری بھی نہیں ہے، حاصل یہ کہ میت کو روزہ کا ایصالِ ثواب ہونے میں تمام اعمال کے ایصال پر تنبیہ ہے۔

عبادات کی دو قسمیں ہیں: مالی اور بدنی، صدقہ کے ایصالِ ثواب کے ذریعہ شارع نے تمام عباداتِ مالیہ، اور روزہ کے ذریعہ تمام عباداتِ بدنیہ پر متنبہ کیا ہے، نیز حج کے ایصال کے ذریعہ جسم ومال سے مرکب عبادات کا حکم متعین کیا ہے، لہٰذا عبادات کی تینوں قسمیں نصوص اور تتبع سے ثابت ہیں۔ اھ

اس خاتمہ میں ہمیں جو پیش کرنا مقصود تھا، الحمد للہ مکمل ہو گیا۔

وصلی اللہ علی سیدنا وحبیبنا ونبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین وبارك وسلم تسلیماً کثیراً، والحمد للہ اولاً وّآخراً.

فہرست عناوین